سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

بدفالی ایک شرکیہ فعل

نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشيطٰن الرجيم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (الا عراف:۱۳۱)

درحقیقت انکی فال بدتو اللہ کے پاس تھی مگران میں سے اکثر بے علم تھے۔

قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ (یٰسین:۱۹)

رسولوں نے جواب دیا تمہاری فال بدتو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔

نیک اور بدفال قرآن کی روشنی میں

میرے محترم سامعین! جو آیاتیں میں نے آپکے سامنے تلاوت کیں، یہ سورۃ اعراف اور سورۃ یٰسین کی ایک ایک آیت کے ٹکڑے ہیں، اسمیں فال کا ذکر آیا ہے، تطیر دراصل پرندے یا جانور سے فال لینے کو کہتے ہیں۔ مشرکین عرب کی یہ عادت تھی کہ کسی کام کو شروع کرنے سے قبل پرندوں اور حیوانات کے اڑنے اور گزر جانے سے فال لیتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرافات اور بے حقیقت باتوں کو یکسر منع اور ختم فرمایا اور ذات باری تعالیٰ پر یقین کامل بنانے کو کہا اور لوگوں سے فرمایا کہ یہ صورت تو حصول نفع کیلئے موثر ہے اور نہ دفع مضرت کیلئے نافع۔

اہل جاہلیت جب کسی کام کا ارادہ کرتے یا سفر پر روانہ ہوتے تو پہلے وہ لوگ کسی پرندے کو پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے جب وہ سیدھا اڑ جاتا تو اس سے النا طح یا المنطح کہتے اور اس پر عمل پیرا ہو کر نیک فال تصور کرتے اور وہ سرانجام دیتے اور جب پرندہ پچھلی طرف اڑتا تو اسے القاعد بالعقید کہتے اگر کوئی پرندہ اس طرف اڑتا تو وہ کام یا سفر چھوڑ دیتے، اس طرح دائیں طرف اڑنے والے پرندے کو السبانح کا نام دیتے، بائیں جانب اڑنے والے پرندے کو اطبارح کہتے۔ بدفالی چونکہ ایک شرکیہ عمل ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پہلی آیت شریف میں جو تطیر یا بدفالی یا شؤم کا ذکر ہے تو یہ اس وجہ سے کہ جب فرعون اور اسکی قوم کو صحت و عافیت، کشادگی اور رزق کی نعمتیں کثرت سے میسر آتی تو خوشی سے

پھولے نہ سماتے اور کہنے لگے کہ ہم ہی اس کے صحیح اور حقیقی حقدار ہیں اور اس کے برعکس جب ان پر مصائب اور قحط سالی وغیرہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے تو فوراً اپنی اصل بے ہودگی بکواس پر اتر آتے اور کہتے کہ یہ مصائب وآلام حضرت موسیٰؑ اور اس کے ماننے والوں کی وجہ سے نازل ہوئے ہیں انکی اس بیہودگی اور دروغ گوئی کی تردید اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی:

فَإِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف : ۱۳۱)

"جب ان پر اچھا دور آتا تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور جب بُرا دور آتا (یعنی تکلیف اور آلام) آجاتے تو موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فال بد ٹھہراتے، حالانکہ درحقیقت ان کے فال بد تو اللہ کے پاس تھے، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے"

اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت میں واضح فرمایا کہ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ کہ یہ مصائب آلام اور عذاب خداوندی تمھارے ہی کفر تکذیب آیات اور اسکے رسول کو جھٹلاتے کی پاداش میں نازل ہوئے ہیں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی ان کی اکثریت احمق، جاہل اور بے وقوف ہے وہ عمل اور فکر سے کام نہیں لیتے اگر ذرہ بھی عقل وفکر؛ سوچ اور سمجھ سے کام لیں تو ان پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کی ہدایات میں تو سراسر خیر و برکت، سعادت دارین اور کامیابی ہے اور ان انعامات سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو سچے دل سے ایمان لائے اور ہمارے پیغمبر کی اطاعت کرے۔

شومئی قسمت بدفعلی کا نتیجہ: مفسرین کرام نے یہ بھی معنی لکھا ہے کہ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ کہ جن جن مشکلات میں تم گر گئے ہو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے وہ صرف تمہارے ہی برے کردار، کفریہ عقائد اور انبیاء ومرسلین کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہوئی ہے ہماری وجہ سے نہیں، تمہاری شقاوت قلبی بغاوت, سرکشی تمہارے سامنے آئی ہے۔ کیونکہ باغی اور ظالم کی بدفالی خود اسکے اپنے اندر موجود ہوتی ہے، دوسری آیت مبارکہ میں فرمایا أین ذکرتم مطلب کہ ہم نے تمھارے خیر خواہی کے بنا پر تمہیں نصیحت کی تھی اور توحید پر کار بند رہنے کیلئے تم کو کہا تھا لیکن تمہاری شومئی قسمت اور شقاوت قلبی کا یہ عالم ہے کہ تم نے اس قسم کے نازیبا الفاظ سے ہمیں جواب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ تم بالکل حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

بدفالی احادیث کی روشنی میں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا عدویٰ ولا طيرة

ولاھامة ولا صفر زاد مسلم عن انس ولا نوء ولا غول وفی روایة لا عدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال قالوا وما الفال قال الکلمة الطیبة

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں نہ فال بدکوئی چیز ہے، نہ اُلو کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے اور نہ ہی (ماہ) صفر کچھ ہے۔''

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ مجتھد اور بھتبون کا بھی کوئی وجود نہیں ہے اور مسلم و بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے اور نہ فال بدکوئی چیز ہے اور نہ مجھے فال پسند ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ فال کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اچھی بات کو فال کہتے ہیں۔

حدیث شریف آپ نے سنی اس میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ عداوی یہ ایک متعدی مرض ہے جو ایک بیمار بندے سے دوسرے کو لگتی ہے چونکہ ہر بیماری کی جراثیم الگ الگ ہوتی ہیں۔ یہ بھی بتا تا جاؤں کہ جراثیم بھی دو قسم کے ہیں پہلی قسم وہ جراثیم جو انسان کے جسم اور بدن کے اندر خود بخود موجود ہوتے ہیں۔ جو خوراک ہم اور آپ روزانہ کرتے رہتے ہیں اس خوراک سے قدرتی طور پر جراثیم بنتے رہتے ہیں جو انسان کے مختلف امراض لاحق ہونے پر دفاع کرتے ہیں، دوسری قسم جراثیم وہ ہیں جو ہوا کے ذریعہ سے ہمارے جسم کے اندر داخل ہو جاتے ہیں یہ بھی کبھی انسان کو بیمار اور کمزور کر دیتے ہیں اور کبھی نفع بخش بھی ہوتے ہیں۔

اصل میں باہر سے جو ضرر رساں جرثومے یا جراثیم۔ مثلاً بیکٹیریا ہوا کے ذریعے سے اندر پھیپڑوں میں جاتے ہیں اگر انسان کے اندر کے جراثیم طاقتور اور مضبوط ہیں تو باہر کے جراثیمی لشکر کو شکست دیکر انسانی جسم کو مرض اور شکست وریخت سے بچاتے ہیں اور اگر اندر کے جراثیمی لشکر یا سپاہی دفاعی پوزیشن میں نہیں تو پھر وہ ہتھیار ڈال کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ تب انسانی جسم کا یہ مضبوط اور محفوظ قلعہ دھڑام سے گر جاتا ہے اور انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاعدوی السلام متعدی بیماری کو نہیں مانتا، اب حدیث تو بتاتی ہے کہ اسلام کے اندر متعدی مرض با الفاظ دیگر ایک مریض کی جراثیم دوسرے انسان صحیح الجسم کی بدن میں نہیں داخل ہو سکتے جبکہ موجودہ دور کی سائنس وٹیکنالوجی یا تحقیق جدید بتاتی ہے کہ بعض بیماریوں کے جراثیم دوسرے صحیح الجسم انسانوں کے جسموں کے اندر داخل ہو سکتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ حدیث اور جدید تحقیق کے درمیان کوئی ٹکراؤ یا منافات نہیں وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی انسان کا عقیدہ کمزور ہو، دل مضمحل ہو، شکی مزاج ہو، وہ بندہ کسی دوسرے بیمار بندے کے ساتھ ملنے جلنے، ساتھ کھانا کھانے وغیرہ سے اجتناب اور پرہیز کریں اسلئے آپؐ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ فَرَّمن الجزوم کفرارك من الاسد او کماقال یعنی مجزوم بیمار سے یوں بھاگو جیسا کہ کوئی شیر یا چیتا سے ڈر کے مارے بھاگتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجزوم بیمار بندے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ اسکا کیا پوچھئے وہ عقائد درست کرانے کیلئے ہی تشریف لائے ہیں۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ تطبیق دونوں قولی اور فعلی روایتوں میں یہ ہوئی کہ کمزور عقیدہ والے افراد تو کسی بیمار کے ساتھ احتیاط سے بیٹھا کریں اور مضبوط عقائد والے افراد جن کے دل عقیدۂ توحید سے منوّر ہیں قضاو قدر پر کامل یقین رکھتے ہیں اور خداوند قدوس کو بذات مؤ ثر مانتے ہیں وہ لوگ کسی مریض سے کم ہی متاثر ہوتے ہیں ورنہ پھر تو دنیا میں کوئی ایک بندہ بھی صحیح وسالم یا تندست نہ ہوتا، بہر حال لا عدویٰ متعدی بیماری نہیں اس جملے کی تشریح تو ہوگی۔

فال کی دو قسمیں: دوسرا جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ولا طیرة اسلام میں بدفالی نہیں، فال دو قسم کی ہوتی ہیں: نیک فال، بدفال۔فال نیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند فرماتے تھے

امام ترمذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے:

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا خرج لحاجتة یجب ان یسمع یا نجیح یاراشد

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کیلئے باہر تشریف لاتے تو آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ آپؐ یہ آوازسنیں،اے کامیاب،اے بھلائی پانے والے۔

ابی داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان لا یتطیر من شی وکان اذا بعث عاملاً عن اسمه فاذا اعجبه فرح به وان کره اسمه رأی کراهیة ذالك فی وجهه

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے فال نہیں لیتے تھے جب کسی شخص کو کسی خاص مہم پر روانہ کرتے تو اس سے پوچھتے تمہارا نام کیا ہے اگر نام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے اور اگر اسکا نام اچھا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کراہت کے اثار نظر آنے لگتے۔

فال نیک اور بد میں فرق: اب اس مذکورہ جملہ تطیر کے معنی ہوئے فال بد،اس لئے فال بد لینا اسلام نے حرام ٹھہرایا،اس سے منع فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فال بد تو کسی شئی سے نہ لیتے تھے،لیکن فال نیک ضرور لیتے ان دونوں میں فرق ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ سے جھاڑ پھونک کو جائز قرار دیا ہے جبکہ شرکیہ الفاظ کے ساتھ جھاڑ پھونک کی ممانعت کردی گئی ہے۔

محترم سامعین اب وقت کم ہے،اوراس حدیث کے ضمن میں تفصیلات کافی زیادہ ہیں،ان شاء اللہ اگر زندگی باقی تو آئندہ موقع پر مزید تفصیلات کا تذکرہ کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرما کر آخری وقت بھی توحید والے کلمے اور تصدیق کے ساتھ موت عطا فرمائے۔امین